قرآن پاک کے سندھی تراجم

علامہ غلام مصطفیٰ قاسمی

مخدرات سراپردہ ہائے قرآنی بہ دلبرانہ کہ دل می برند پنہانی

اسلام کے ابتدائی دور میں قرآن حکیم کا خطاب براہ راست ان لوگوں سے تھا۔ جن کی مادری زبان عربی تھی۔ قرآن حکیم کو سمجھنے کے لیے انھیں عربی زبان کے علاوہ کسی اور زبان کے جاننے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ خوش نصیب لوگ تھے۔ انھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور زیارت نصیب تھی۔ کسی چیز کو سمجھنے میں انھیں جب بھی کوئی دقت محسوس ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے مکمل رہبری حاصل کرتے۔

وقت کے ساتھ ساتھ اسلام پھیلتا چلا گیا اور عرب کی سرزمین سے بھی آگے نکل گیا ان حالات میں عجمیوں اور غیر عرب لوگوں کے لیے یہ مشکل ہوگیا کہ وہ قرآن پاک کو اس کے صحیح معنوں اور مطالب کے ساتھ سمجھ سکیں اس لیے اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کی اپنی زبانوں میں قرآن پاک کے ترجمے پیش کیے جائیں۔ امام ابو حنیفہؒ پہلے شخص تھے جنھوں نے قرآن پاک کے دوسری زبانوں میں قرآن پاک کے ترجمے کو جائز قرار دیا۔ ان ترجموں سے عام لوگوں کو قرآن پاک کے سمجھنے میں بہت مدد ملی۔ گو یہ مسئلہ ایک عرصہ تک متنازعہ فیہ رہا لیکن بعد میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے کو مقبولیت حاصل ہوئی۔

برصغیر پاک وہند میں سندھ ہی وہ علاقہ تھا۔ جہاں اسلام سب سے پہلے پہنچا

سندھ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانے میں نوجوان سپہ سالار محمد بن قاسم کے ہاتھوں پہلی صدی ہجری کے اختتام میں فتح ہوا، لیکن اسلام کا پیغام سندھ کے اندر اس سے پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔

سندھ کے ایک عظیم محدث، محقق اور فقیہہ عالم مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی نے اپنی مشہور تالیف "بیاض ہاشمی" میں علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے حوالے سے دو روایتیں بیان کی ہیں ان میں سے ایک روایت میں ہے کہ:

عن محمد بن علی بن ابی طالب، عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذکر انہ وفد علیہ وفدان فی یوم واحد من السند وافریقیۃ بسمعہم و طاعتہم۔

مطلب یہ ہے کہ محمد بن ابی طالب سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ دو وفد ایک سندھ سے۔ دوسرا افریقہ سے ایک ہی دن میرے پاس پہنچے جنھوں نے اپنی خوشی سے اسلام قبول کیا۔

محدثین کے اصولوں کے مطابق یہ روایت 'مرسل' ہے جس میں صحابی کا نام نہیں ہے۔ محمد، سیدنا حضرت علی کرم اللّٰہ وجہہ کے فرزند ہیں، جن کو اپنی والدہ کی نسبت سے محمد بن حنیفہ کہا جاتا ہے۔ ایک قدیم مورخ ابن قتیبہ کی تحقیق کے مطابق محمد کی والدہ کا تعلق سندھ سے تھا۔ وہ قبیلہ بنو حنیف میں رہتی تھیں اس لیے انھیں حنیفہ کہا جاتا ہے وہ سیدنا حضرت علیؓ کی ازواج میں سے تھیں۔

دوسری روایت میں ہے:

روی ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارسل کتابہ الی اھل السند علی ید خمسۃ نفر من اصحابہ رضی اللّٰہ عنہم فلما جاؤا فی السند فی قلعۃ یقال لھا نیرک اسلم بعض اھلہ۔ ثم رجع من اصحابہ اثنان مع الوافد علیہ من السند وبقی ثلاثۃ منہم فی السند واظھر اھل السند الاسلام

وبینو الاهل السند الاحکام وماتوافیه وقبورهم فیه الآن موجودة .

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے پانچ صحابہ کرام کو اپنے خط کے ساتھ سندھ کے لوگوں کے پاس بھیجا۔ جب وہ سندھ میں قلعہ نیرون (حیدرآباد) کے پاس پہنچے تو سندھ کے کچھ لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کرلیا۔ کچھ عرصہ بعد دو صحابۂ کرام رضی اپنے سندھی میزبانوں کے ساتھ واپس چلے گئے جبکہ تین صحابۂ کرام رضی سندھ میں ٹھہر گئے۔ ان کی تبلیغ سے بہت سے سندھیوں نے اسلام قبول کرلیا۔ ان تینوں صحابہ کرام نے سندھ میں نئے مسلمانوں کے لیے مذہبی تعلیم کو جاری رکھا اور آخر کار ان کا وصال بھی سندھ میں ہوا۔ ان کی قبریں یہاں موجود ہیں۔ مخدوم صاحب نے ان روایتوں پر محدثانہ طور پر بحث کی ہے۔ ان کی صداقت کی دوسرے تاریخی حوالوں سے بھی تائید ہوتی ہے۔

نومسلم سندھیوں کو صحابہ کرام رضی نے جو تعلیم دی ہوگی وہ قرآن پاک کی تعلیم ہوگی، اس لیے کہ اس وقت قرآن پاک کے علاوہ کوئی دوسری کتاب موجود نہ تھی۔ حدیث اور فقہ کی کتابیں بعد میں وجود میں آئیں۔ یہاں کے لوگ عربی زبان سے واقف نہیں تھے۔ اس لیے سندھی مسلمانوں کو علم سکھانے کے لیے سندھی زبان استعمال کی گئی ہوگی۔ جو مبلغین نے سیکھ لی ہوگی۔

۱۔ قرآن شریف کا سندھی زبان میں پہلا ترجمہ :

جب تصنیف و تالیف کا دور شروع ہوا تو برصغیر میں سب سے پہلے تیسری صدی ہجری میں سندھی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا گیا۔ یہ گیارہ سو سال پرانا ترجمہ ہے، جسے مہروک بن رائق راجا کی درخواست پر منصورہ کے عرب حاکم عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کے حکم سے ایک عراقی عالم نے کیا۔ یہ عالم سندھ میں رہ کر سندھی زبان سیکھ چکا تھا اور شاعر بھی تھا۔

اس راجا پر سندھی ترجمے نے ایسا اثر کیا کہ سورہ یاسین کی ایک آیت "من یحی

العظام وهی رمیم" کا سندھی میں ترجمہ اور تفسیر سنی تو تخت سے نیچے اتر آیا، اور خدا کے خوف سے اس کی آنکھوں میں آنسو امڈ آئے[1] افسوس کہ سندھی زبان کا رسم الخط نہ ہونے اور زمانے کے انقلاب کی وجہ سے قرآن پاک کا یہ سندھی ترجمہ محفوظ نہ رہ سکا۔

ہمارے پاس سندھی زبان کی جو بھی کتابیں موجود ہیں۔ وہ سب تین سو سال پرانی ہیں۔ ان کا سلسلہ میاں ابوالحسن ٹھٹوی کے سندھی رسم الخط مقرر کرنے کے بعد شروع ہوا۔ سندھی زبان کی پہلی کتاب میاں ابوالحسن کی "مقدمۃ الصلوٰۃ" ہے۔ جو قدیم سندھی زبان میں لکھی ہوئی ہے اس کے بعد ٹھٹھہ کے علماء نے دینی کتابیں لکھنی شروع کیں۔

۲۔ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹوی کا ترجمہ:

اس زمانے میں قرآن مجید کے سندھی ترجمے کی اشد ضرورت تھی۔ یہ سعادت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹویؒ (وفات ۱۱۷۴ھ) کو نصیب ہوئی۔ انھوں نے قرآن پاک کا پرانی سندھی میں منظوم ترجمہ کیا۔ نماز میں کام آنے کے خیال سے انھوں نے انتیسویں اور تیسویں پاروں کا سندھی میں ترجمہ کیا۔ اور کچھ حواشی بھی لکھے۔ یہ ترجمہ ۱۱۶۲ ہجری میں ہوا یہ قدیم ترین سندھی ترجمہ ہے لیکن افسوس کہ یہ مکمل نہ ہو سکا۔

۳۔ قاضی عزیز اللہ متعلوی کا ترجمہ:

تیرھویں صدی ہجری کے آغاز میں قاضی عزیز اللہ مٹیاری ضلع حیدرآباد کے ایک عالم نے قرآن حکیم کا ترجمہ سندھی زبان میں کیا۔ اس ترجمے کی زبان نہایت عمدہ سلیس اور شیریں ہے قاضی صاحب ایک بڑے عالم تھے۔ ان کے فرزند قاضی علی محمد بھی اپنے دور کے بڑے عالم اور خطاط گزرے ہیں یہ ترجمہ بمبئی کے کریمی پریس والوں نے شائع کیا تھا۔

۴۔ مولانا محمد صدیق کا ترجمہ:

چوتھا ترجمہ مولانا محمد صدیق صاحبؒ کا ہے۔ یہ ترجمہ بھی پرانا ہے اس کی زبان نہایت دلآویز

---

[1] عجائب الہند، تالیف بزرگ بن شہریار الرامہرزی ص ۳ طہران ۱۹۶۳ء

اور مؤثر ہے اس ترجمے کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ترجمہ پڑھنے کے بعد یہ محسوس ہوتا ہے کہ بنیادی عربی زبان کے الفاظ کا مفہوم سندھی زبان جاننے والوں کے لیے بھی نہایت واضح ہے کیونکہ عربی کے الفاظ کا لفظی ترجمہ اپنے بھرپور تاثر کے ساتھ موجود ہے یہ ترجمہ بہت قدیم ہے، اس کی دوسری اشاعت لاہور سے ملک دین محمد اینڈ سنز نے کی ہے۔

۵۔ مولانا تاج محمود امروٹیؒ کا ترجمہ:

مولانا تاج محمود امروٹیؒ نے قرآن پاک کا سندھی ترجمہ تقریباً ۱۳۱۲ ہجری میں کیا۔ مرحوم منشی عبدالخالق شکارپوری جو کہ سندھی زبان کے ایک بہت بڑے ادیب تھے۔ انہوں نے تاج محمود امروٹیؒ کے اس ترجمے میں ان کی بہت مدد کی اور مفید مشورے دیتے رہے۔ میرے استاد محترم علامہ عبید اللہ سندھی جو کہ دارالعلوم دیوبند سے ۱۳۰۸ھ میں فارغ التحصیل ہو کر آئے تھے مولانا تاج محمود امروٹیؒ ان سے علمی مشورے لیتے تھے۔ اس علمی ماحول میں مولانا امروٹی نے سندھی زبان میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا وہ مستند با محاورہ اور اچھا ترجمہ ثابت ہوا۔ جس طرح فارسی میں شاہ ولی اللہؒ کا ترجمہ اعجاز کا درجہ رکھتا ہے۔ وہی حیثیت مولانا امروٹیؒ کے سندھی ترجمے کی ہے۔

۶۔ قاضی عبدالرزاق کا ترجمہ:

قاضی عبدالرزاق صاحب مرحوم روہڑی کے قاضی خاندان میں سے تھے۔ عربی تعلیم پیر جھنڈہ سے حاصل کی۔ اس کے بعد سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں عربی کے استاد مقرر ہوئے۔ وہ ڈاکٹر داؤد پوتہ مرحوم کے استاد تھے۔ قاضی صاحب نے سندھی زبان میں معمولی تبدیلی کے ساتھ قرآن مجید کے دو سندھی ترجمے کیے۔ جن میں سے ایک عباسی کتب خانہ کراچی سے شائع ہوا اور دوسرا ترجمہ قرآن پرنٹنگ پریس حیدرآباد سے جناب محمد عثمان ڈیپلائی نے شائع کیا جناب محمد عثمان ڈیپلائی کا کہنا ہے کہ اس ترجمے کے آخری پندرہ پارے محمد بخش واصف نے کیے تھے۔

۷۔ مولانا محمد مدنی صاحب کا ترجمہ:

مولانا محمد مدنی صاحب ہالا کے نزدیک گوٹھ بھمبھرا میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور وہیں تعلیم حاصل کی۔ حرم شریف مکہ مکرمہ میں انھوں نے برس ہا برس درس دیا۔ وہ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کے ارشاد پر واپس وطن لوٹے اور سندھ مدرسۃ الاسلام کراچی میں استاد مقرر ہوئے۔ یہاں انھوں نے قرآن پاک کا سندھی میں ترجمہ شروع کیا۔ اس سلسلے میں انھوں نے بہت سی تفاسیر اور قرآن مجید کی عربی لغات سے مدد لی۔ اس سندھی ترجمے کی خاص خوبی یہ ہے کہ وہ زیریں سندھ کی بامحاورہ زبان میں ہے۔ انھوں نے قرآن پاک کے ہر بنیادی لفظ کا سندھی میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کی دوسری خوبی یہ بھی ہے کہ تشریحات حاشیے پر دی گئی ہیں۔ جو شاہ ولی اللہ صاحب کے "فوائد فتح الرحمٰن" کے فارسی حواشی کا سندھی ترجمہ ہے۔ جو راقم الحروف نے کیا تھا قرآن پاک کا یہ ترجمہ بڑے سائز اور اور حمائل سائز دونوں میں فوٹو آفسٹ پر چھپا ہے۔ مولانا مدنی خدا کے فضل وکرم سے بقید حیات ہیں اور یہ ان کی عمر کا بیاسی واں سال ہے۔

ان مشہور ترجموں کے علاوہ قرآن مجید کے دوسرے سندھی ترجمے بھی پہلے چھپے تھے جو دوبارہ شائع نہ ہوسکے۔ جس طرح شیخ عبدالعزیز عرب کا ترجمہ، سندھی کے متقدم علماء کے ترجمے جو عباسی کتب خانہ نے شائع کیے اور دوسرے تراجم جو سندھی تفاسیر کے ضمن میں شائع ہوئے ہیں۔

۸۔ مولانا احمد ملاحؒ کا قرآن پاک کا منظوم سندھی ترجمہ (نور القرآن)

قرآن پاک کا سندھی منظوم ترجمہ، ترجمہ میں بالکل نیا ترجمہ ہے اور اپنے لحاظ سے نہایت عمدہ ہے۔ مولانا احمد ملاحؒ صاحب جو بدین کے رہنے والے تھے۔ لاڑ کے مشہور سندھی عالم اور مذہبی اسکالر تھے۔ میرے ان سے ذاتی تعلقات تھے وہ اپنی عمر کے آخری سالوں میں مجھ سے ملنے کے لیے شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد میں تشریف لاتے تھے۔ مولانا ملاح ایک نورانی چہرے والے بزرگ تھے وہ لاڑ میں شرک وبدعت، قبر پرستی اور دوسری مشرکانہ رسموں کے

خلاف جہاد کرتے رہے۔ اس سلسلے میں انھیں بہت سی تکالیف اور پریشانیوں کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ سنت نبوی پر جواں مردی سے ڈٹے رہے۔ یہ ترجمہ قدیم سندھی بیت میں ہے۔ عبارت میں بے انتہا روانی ہے۔ اسے پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے، جیسے ہم شاہ بھٹائیؒ کی زبان میں ان کی شاعری پڑھ رہے ہیں۔

یہ ترجمہ زیریں سندھ کی عوامی بولی میں ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے یہ سمندر کی لہریں ہیں، جو ایک کے بعد ایک لہراتی ہوئی کنارے تک آتی ہیں۔ اس کے پڑھنے سے نہ صرف دین دنیا کی ہدایت ملتی ہے، بلکہ سندھی لغات کے مشکل الفاظ کی معلومات بھی حاصل ہوتی ہے

نور القرآن میں اتنی خوبیاں ہیں کہ انھیں مختصر الفاظ میں آسانی کے ساتھ بیان ہی نہیں کیا جا سکتا۔ پڑھنے کے بعد ہی اس کی خوبیوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ شاہ بھٹائی نے اپنے اشعار کو آیتوں کا نام دیا تھا۔ تحقیق، مقصد، تعلیم اور روحانی راز کے خیال سے یہ ایسے ہی ہیں لیکن مولانا احمد ملاح کے اشعار قرآنی آیت کے براہِ راست ترجمے ہیں۔ ان کے گنگنانے سے قرآن حکیم کا علم آئے گا اور اسلام جیسے بین الاقوامی مذہب کی صحیح تعلیم حاصل ہوگی اس لیے کہ اسلام کا اصل پیغام قرآن پاک ہے حدیث مبارک کو قرآن پاک کی شرح کی حیثیت حاصل ہے۔

یہ ترجمہ تو مولانا احمد ملاح کا کیا ہوا، لیکن اس کام کے لیے بڑی محنت مولوی عبداللہ جونیجو نے کی۔ مولانا ملاح مسلسل لکھتے گئے، لیکن اس کو دوبارہ، خوشخط اور ترتیب کے ساتھ مولوی عبداللہ جونیجو پیش کرتے تھے۔ اشعار کا متن جس سے موجودہ ترجمہ چھپا تھا وہ بھی مولوی عبداللہ نے نقل کیا تھا۔ یہ نقل تھرپارکر کے ایک معزز زمیندار ارباب اللہ جوڑیو، مولانا احمد ملاح کی اجازت سے لے آئے، جو اس حقیر کی نگرانی میں حقی آفسٹ پریس کراچی سے شائع ہوا۔ مولانا احمد ملاح اس وقت حیات تھے اپنی بیماری کے آخری ایام میں ان کی روح نے اس وقت تک پرواز نہیں کی جب تک کہ انھوں نے یہ چھپا ہوا قرآن پاک کا ترجمہ خود نہیں دیکھا۔ یہ اطمینان کرنے کے بعد انھوں نے جان خدا کے سپرد کی کہ ان کی ساری زندگی کی محنت رائیگاں نہیں گئی ہے، وہ اشاعت فوری طور پر فروخت ہوگئی۔

(بقیہ صفحہ ۳۹ پر ملاحظہ فرمائیں)